© rasailojaraid.com

حالات حاضرہ

مشرقِ وسطیٰ کی انقلابی جدوجہد کا پس منظر

از

(اسرار احمد صاحب آزاد)

ٹیونس، مصر، ایران اور مشرقِ وسطیٰ کے دوسرے ممالک میں آج سیاسی اعتبار سے جو صورتِ حال رونما ہو رہی ہے دنیا اس کے انھیں گوشوں سے واقف ہے جو شاہ فاروق کی تختِ حکومت سے دستبرداری ٹیونس میں فرانسیسی اثر و اقتدار کے خلاف عوام کی سرفروشانہ جدوجہد اور ایران میں غیر ملکی اجارہ داری سے عوام کی روز افزوں بیزاری کی صورت میں نمایاں ہو رہے ہیں لیکن اس تمام تر سیاسی جدوجہد اور تغیرات کے پس پردہ جو عوامل و اسباب کارفرما ہیں وہ دراصل اقتصادی اور معاشی ہیں اور اگرچہ مشرقِ وسطیٰ کے تقریباً تمام ممالک آزاد اور خود مختار کہلاتے ہیں لیکن اس آزادی اور خود مختاری کے باوجود ان میں سے کوئی ایک ملک بھی مغربی سرمایہ داروں کی گرفت سے آزاد نہیں اور مغربی سرمایہ پرستوں کی یہی گرفت اور اجارہ داری آج اس خطۂ ارض کے کروڑوں باشندوں کے لئے تباہ حالی کا موجب بنی ہوئی ہے۔

آج کی بین الاقوامی صورتِ حالات کو سمجھنے کے لئے اس امر کا ذہن نشین کر لینا بے حد ضروری ہے کہ "سرمایہ دار" اور "شہنشاہیت پسند" ممالک ہمیشہ ایسے چند خطوں پر مسلط اور متصرف رہنے کے خواہشمند ہوا کرتے ہیں جہاں سے انھیں خام اشیاء دستیاب ہو سکیں اور وہ ان خام اشیاء سے جو سامان تیار کریں وہاں اسے فروخت کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ اس صورتِ حال کے پیش نظر ایسے علاقوں میں قومی صنعتوں کو فروغ حاصل نہیں ہو سکتا ان علاقوں کے تمام تر قدرتی وسائلِ آمدنی ان علاقوں کے باشندوں کے لئے بے کار ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس طرح ان پر جو اقتصادی بدحالی طاری ہوتی ہے وہ ان کی سیاسی آزادی کو بھی عملاً ختم کر دیتی ہے۔ اور آج مشرقِ وسطیٰ ایک آزاد اور خود مختار خطۂ ارض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کے باوجود رجعت اور پسماندگی کے اسی دور سے گذر رہا ہے اور ایک امریکی ماہر اقتصادیات ڈاکٹر پرلو نے بیرونی ممالک سے امریکہ کو حاصل ہونے والے مالی منافع کے جو اعداد و شمار شائع کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ——— امریکہ نے مارشل پلان کے ماتحت مختلف ممالک کو جو مالی امداد دی ہے اس پر اسے یوروپی ممالک سے ۵ء۱۴، لاطینی امریکی ممالک سے ۷ء۱۴، اس پلان کے ماتحت امداد حاصل کرنے والے ممالک کی نوآبادیات سے ۲۰ اور مشرق وسطیٰ کے ممالک سے ۳۱ء۳ فیصد منافع حاصل ہورہا ہے اور اسی لئے مغربی سرمایہ دار اس خطہ کو زرعی خطہ باقی رکھنے کے خواہشمند ہیں اور آج بھی اس خطہ کے ۸۵ فیصد باشندے محض زراعت پر زندگی گذارنے کے لئے مجبور ہیں اور یہ زراعت بھی قومی اعتبار سے خود ان کے لئے زیادہ سود مند ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس سے بھی مغربی سرمایہ داروں ہی کو فائدہ پہنچتا ہے۔

مثال کے طور پر مصر، ترکی، عراق اور ایران کو پیش نظر رکھئے۔ یہ امر محتاج بیان نہیں کہ مصر ہمیشہ سے کپاس کی پیداوار کے لئے مشہور رہا ہے ترکی میں اعلیٰ قسم کا تمبا کو بکثرت پیدا ہوتا ہے، عراق کھجوروں کی پیداوار کے لئے مشہور ہے اور ایران کی زرعی آراضی دھان اور کپاس کی پیداوار کے لئے بے حد سازگار ہے اور یہ امر بھی ایک مسلمہ حقیقت کی حیثیت رکھتا ہے کہ دوسری عالمگیر جنگ سے قبل یہ تمام ممالک بالواسطہ یا بلاواسطہ برطانیہ کے زیر اثر تھے چنانچہ برطانوی سرمایہ داروں نے ان ممالک میں جو زرعی حکمت عملی اختیار کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے ان ممالک کے باشندوں کی ضرورتوں کو نظر انداز کر کے مصر میں کپاس، ترکی میں تمباکو، عراق میں کھجوروں اور ایران میں دھان اور کپاس کی کاشت کو ترقی دی جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ وہاں غلہ کی کاشت برائے نام رہ گئی چنانچہ سال رواں کے آغاز میں مصر کے ایک جریدہ "الاساس" نے مصر میں گندم کی درآمد کے جو اعداد و شمار شائع کئے تھے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۸ء میں مصر نے ۲۶۰۰ ۲۳ ٹن گندم درآمد کیا تھا لیکن ۱۹۴۹ء میں یہ مقدار ۴۵۰۷۹۰۰ ٹن اور ۱۹۵۱ء میں ۱۰۲۷۸۰۰ ٹن تک پہنچ گئی تھی اور اگرچہ ایران دوسری عالمگیر جنگ سے قبل غلہ کے سلسلہ میں ایک خود مکتفی ملک رہا تھا لیکن ۱۹۴۹ء میں اسے بھی دو لاکھ ٹن گندم درآمد کرنے پر مجبور ہو جانا پڑا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر اسی قدر نہیں بلکہ غیر ملکی سرمایہ داروں کی حکمت عملی کے ماتحت مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں جو کاشت کی جاتی ہے کاشت کار خود اس کاشت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ ان فصلوں کو بھی غیر ملکی اجارہ دار ہی کم قیمت خرید لیتے ہیں اور اجناس کو غیر ممالک میں فروخت کر کے عظیم منافع حاصل کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ برطانیہ اور امریکہ کی سیاسی، اقتصادی اور تجارتی رقابت بھی مشرق وسطیٰ کے ممالک اور ان کے باشندوں کو شدید نقصان پہنچا رہی ہے مثال کے طور پر ترکی کے تمباکو کی تجارت ہی پر غور کیجئے۔ ترکی کا بیشتر تمباکو مغربی جرمنی میں درآمد کیا جاتا تھا۔ لیکن اب یہ درآمد سرعت کے ساتھ زوال پذیر ہو رہی ہے چنانچہ ۱۹۴۹ء میں ترکی نے مغربی جرمنی کو ۲۵۹ ملین لیرا کا تمباکو مہیا کیا تھا لیکن ۱۹۵۱ء میں مغربی جرمنی نے ۱۰۷ ملین لیرا سے زیادہ کا ترکی تمباکو درآمد نہیں کیا! اس طرح مشرق وسطیٰ پر غیر ملکی سرمایہ داروں کا اثر و اقتدار اس خطہ کی زراعت کی تباہی کا موجب ثابت ہو رہا ہے آراضی سے محروم کاشتکاروں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، زراعت کے فرسودہ طریقوں اور زرعی آراضی کو تقویت بہم پہنچانے کے جدید ترین وسائل کے فقدان کی بدولت زرعی آراضی کی قوتِ نمو کم ہو رہی ہے اور ان اسباب کی بنا پر کاشت کے اوسط میں بھی کمی رونما ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ ۱۹۵۱ء میں ۱۹۵۰ء کی نسبت ایران میں گندم ۱۱ فیصد کم پیدا ہوا تھا اور جو نیز وہاں کی پیداوار میں علی الترتیب ۵، ۷ نیز ۱۲ فیصد کی کمی رونما ہوئی تھی اور اسی طرح مصر میں ۱۹۴۹ء کی نسبت ۱۹۵۰ء میں جو ۲۰۵ فی صد کم پیدا ہوئے تھے۔ یہ ہے مشرق وسطیٰ کی زرعی صورت حالات جو بحیثیت مجموعی اس خطہ ارض ۸۰ فی صد باشندوں پر اثر انداز ہو رہی ہے لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ خطہ ارض قومی صنعتوں سے مطلقاً محروم نہیں اور کم از کم قومی صنعتوں کے ساتھ وابستہ طبقہ کے اقتصادی حالات بہتر ہونے چاہئیں

. . . .

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور صنعتوں کے ساتھ وابستہ ۵ افیصد لوگوں کا بھی وہی حال ہے جو زراعت پیشہ افراد کے سلسلہ میں بیان کیا جا چکا ہے

اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مشرقِ وسطیٰ کے تمام تر ممالک صنعتی اعتبار سے بے حد پسماندہ واقع ہوئے ہیں اور ان ممالک کے ملکی سرمایہ دار اب تک جو کچھ کر سکے ہیں، وہ پارچہ باقی نیز چمڑے کا سامان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور شیشے کے برتن بنانے یا پھر خوراک سے متعلق بعض اشیاء کو محفوظ کرنے یا بنانے کے کارخانے قائم کرنے ہی تک محدود رہے ہے اس کے برعکس اس خطہ ارض میں معدنیات اور خصوصاً تیل برآمد کرنے کی جو عظیم صنعت قائم ہے اور روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے اس پر عموماً غیر ملکی سرمایہ دار مسلط ہیں، اور سعودی عرب، کویت اور بحرین میں جہاں جہاں تیل کے بڑے بڑے چشمے موجود ہیں اور جن سے غیر ملکی سرمایہ دار مالامال ہو رہے ہیں مقامی باشندے محض دستکاری کی بدولت زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔ پھر چونکہ حال ہی میں سرمایہ دار مغربی تاجروں نے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں تیار شدہ مال بکثرت درآمد کیا ہے اس لئے ان ممالک کی صنعتوں کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے کارخانے بند ہوتے جارہے ہیں۔ بے کار صنعتی مزدوروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے "المصری صنعتی اریک" سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۴۸ء کی نسبت ۱۹۵۰ء میں اونی پارچہ جات ۵۰ فی صد کم تیار کئے گئے تھے۔

ایران میں ہر سال ۹۰ اور ایک سو ملین میٹرس تک سوتی پارچہ درکار ہوتا ہے اور ملک میں اس کا ایک تہائی کپڑا تیار ہو سکتا ہے لیکن بحری محاصل کی یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۰ء میں برطانیہ اور امریکہ سے اس ملک میں ۴۲ ملین سوتی پارچہ جات آئے اور بازار میں غیر ملکی پارچہ جات کی اس کثرت کے باعث پارچہ بافی کے بہت سے ملکی کارخانوں کو بند کر دینا پڑا۔ پھر اس غیر ملکی تجارتی مقابلہ کے باعث مشرق وسطیٰ کی دوسری صنعتیں بھی متاثر ہو رہی ہیں چنانچہ ۱۹۴۸ء میں مصر نے ۲۲۵۵۰۰ ٹن شکر تیار کی تھی مگر ۱۹۵۰ء میں مصر کی تیار کردہ شکر محض ۴۷۰۰۰ ٹن تھی اسی لئے مشرق وسطیٰ کے ممالک میں بے کاری اور بے روزگاری بڑھتی جارہی ہے اور اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۵۱ء میں ترکی میں ۲۰ لاکھ ایران میں تین لاکھ سے زیادہ اور لبنان میں ۶ ہزار افراد بے کاری کی مصیبت میں مبتلا تھے اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے اس کے برعکس جنگی اور فوجی سامان کی تیاری میں غیر معمولی ترقی رونما ہو رہی ہے مشرق وسطیٰ کے طول وعرض میں ہوائی مستقروں کی تعمیر جاری ہے اور اسی لئے گذشتہ سال ۱۹۴۳ء کی نسبت لبنان میں دوگنا سمینٹ تیار کیا گیا تھا اور مصر میں

اس کی مقدار ۴۰ فی صد سے زیادہ ہو گئی تھی

اس میں شک نہیں کہ مشرق وسطیٰ کے بیشتر ممالک میں کان کنی کی صنعت غیر متوقع سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے لیکن صرف اس لئے کہ اس صنعت کی بدولت جنگ باز ممالک اور گروہوں کو سامان جنگ تیار کرنے کے لئے خام اشیاء دستیاب ہوتی ہیں چنانچہ ۱۹۴۶ء سے قبل ترکی ۳۶ ہزار ٹن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خام کرومیم برآمد کیا کرتا تھا لیکن ۱۹۴۶ء اور ۱۹۵۱ء کے درمیان کی مختصر سی مدت میں ترکی سے برآمد ہونے والے خام کرومیم کی مقدار چار لاکھ ٹن سالانہ تک پہنچ گئی ہے لیکن کان کنی کی صنعت خود اس خطہ کے باشندوں کے لئے سود مند اور نفع بخش ثابت نہیں ہو رہی اور اس کا تمام تر منافع غیر ملکی سرمایہ دار حاصل کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر تیل کے مسئلہ ہی پر غور کیجئے۔ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد مشرق وسطیٰ کے ممالک میں تیل کی برآمدگی کی رفتار بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ ان ممالک میں ۱۹۵۱ء میں بحیثیت مجموعی جس قدر تیل برآمد ہوا تھا وہ ۱۹۴۵ء اور ۱۹۳۷ء میں برآمد ہونے والے تیل کی مقدار کے مقابلہ میں علی الترتیب ۲۶۰ اور ۵۲۰ فیصد زیادہ تھا۔ سعودی عرب میں ۱۹۳۷ء میں صرف ۰ ہزار ٹن تیل برآمد ہوا تھا مگر ۱۹۵۱ء میں اس کی مقدار ۳۷۵۰۰۰۰۰ تک پہنچ گئی تھی۔ ایک ٹن تیل کو برآمد اور صاف کرنے پر ۱٫۶۳ ڈالر کی رقم صرف ہوتی ہے لیکن ۱۹۵۱ء میں تیل کو ۱۲٫۵۰ ڈالر فی ٹن کے حساب سے فروخت کیا جاتا رہا ہے اور یہ تمام گراں قدر منافع صرف غیر ملکی سرمایہ داروں کا حصہ بنتا رہا ہے اور یہ غیر ملکی سرمایہ دار عرب اور ایرانی مزدوروں سے چودہ چودہ اور سولہ سولہ گھنٹے کام لے کر انھیں تیس چالیس سینٹ سے زیادہ اجرتِ کار نہیں دیتے۔ حالانکہ جنوبی امریکہ کی ریاستوں میں تیل برآمد کرتے کے کارخانوں میں کام کرنے والے وہ مزدور جنہیں کم اجرتِ کار دی جاتی ہے عرب اور ایرانی مزدوروں کے مقابلہ میں چھ اور سات گنی زیادہ اجرتِ کار پاتے ہیں۔

پھر اسی قدر نہیں بلکہ غیر ملکی سرمایہ دار چونکہ مشرق وسطیٰ کی خام پیداوار کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں ان ممالک سے باہر لے جاتے ہیں اس سے قومی صنعتیں معطل ہی نہیں بلکہ تباہ ہوتی جا رہی ہیں اور اس طرح اس خطہ ارض کے کروڑوں باشندے اقتصادی اور معاشی انتشار اور بدحالی میں مبتلا ہیں۔

لیکن عام اقتصادی بدحالی، افلاس اور نکبت مشرق وسطیٰ کے باشندوں میں اس نظام کے خلاف نفرت اور غصہ کے جذبات پیدا کرنے کی موجب بھی ثابت ہو رہی ہے جس کے ماتحت انھیں حیوانوں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اسی احساس کے ماتحت وہ نہ صرف غیر ملکی اثر و اقتدار اور اجارہ داری کے خلاف صف آرا ہوتے جا رہے ہیں بلکہ ان ملکی شہنشاہیت پسندوں، جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں کی گرفت سے بھی نجات حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں جو اپنے ہی جیسے غیر ملکی سرمایہ داروں کے ساتھ وابستہ رہ کر نہ صرف خود ہی عوام کا خون چوستے ہیں بلکہ غیر ملکی سرمایہ داروں کو بھی ان کا خون چوسنے میں مدد دیتے ہیں اور آج مشرق وسطیٰ میں جو اہم سیاسی انقلابات رونما ہو رہے ہیں ان کی محرک سرمایہ داروں کی یہ تحصیل بالجبر اور عوام کی اقتصادی تباہ حالی کی بدولت ان میں پیدا شدہ بیداری ہی ہے۔

© rasailojaraid.com